جناب پروفیسر رشید احمد انگوی

مولانا سمیع الحق کا ''جرم'' واضح ہے

وطن عزیز کے نمائندہ پارلیمانی وفد کے ساتھ یوروپی یونین کی جانب سے بدتمیزی اختیار کرنے کے حوالہ سے مولانا سمیع الحق قومی و بین الاقوامی سطح کی میڈیا کا اہم موضوع بن چکے ہیں۔ اوران کی وجہ سے ''دہشت گردی کے خلاف مصروف جہاد'' ہماری ہیئت حاکمہ کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہے' حالانکہ قومی سطح پر مولانا نے ایم ایم اے کے ساتھ جوطرز عمل اپنایا وہ کئی گوشوں میں قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا جاتا ہوگا۔ لیکن ان کا ناقابل معافی ''جرم'' یہ ہے کہ وہ اسی قافلہ علماء اسلام کے ایک اہم فرد ہیں جس کے رہبروں میں ان کے والد ذی مجد وشرف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ شامل ہیں۔ اور یہ وہی سلسلۃ الذھب (سنہری زنجیر) ہے جس کی ایک ایک کڑی سے فرنگی سامراج باخبر ہے کہ ۱۸ویں' ۱۹ویں صدی میں برصغیر پر اس کے پہلے استعماری دور میں دین اسلام کے ان سرفروشوں نے ہی ظالم و جارح اور غاصب سامراج کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تھا (اور آج بھی ان کا رویہ وہی ہے) ۔مزے کی بات یہ ہے کہ آج یہی یوروپی سامراجی لوگ ''حقوق انسانی'' اور ''مساوایت'' کے چیمپئین بھی بنے بیٹھے ہیں۔

دراصل علمائے کرام کے حوالہ کچھ ایسے ''جرائم'' ہیں جو کل کے اور آج کے مغربی (برطانوی' یوروپی' امریکی) سامراج کو ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ علمائے کرام اپنی گردنوں کے گرد ''نیکٹائی'' نہیں باندھتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ عیسائی کی گردن کا پہناوا ہے کیونکہ اس کے پس منظر میں اس کا عقیدہ ہے جبکہ مسلمان کی گردن پر باندھے جانے کا کوئی اخلاقی' تہذیبی' تاریخی' قانونی جواز نہیں۔ یہ اہل مغرب کے ''عالمی سامراج'' کے نتیجے میں ان کی مذہبی روایت اور شعار کو عام کرنے کا نتیجہ ہے اور مسلمان کو عیسائیت کی جانب لباس کے کلچر کے ذریعے مائل کرنے کا عمل ہے۔ جو چیز تثلیث کے مبلغ مغرب کی ترجیح ہے یہ علمائے کرام اس کو رد کرتے ہیں تو ظاہر ہے انہیں سامراج کے ہاں عزت کیسے مل سکتی ہے۔ انکی دوسری خرابی یہ ہے کہ ان کے قلب اور ذہن ''مغرب کی ثقافت'' کو سینے سے لگانے کیلئے تیار نہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ علماء چاہتے ہیں کہ عورتوں کے جسم ''مستور'' رہیں۔ (یہیں سے لفظ مستورات بنا ہے) نہ وہ سر کے دوپٹے سے آزادی حاصل کریں نہ وہ نیکروں میں سڑکوں پر گھومیں پھریں دوڑیں وغیرہ۔ جبکہ مغربی سامراج عورت کو لباس کے بوجھ سے آزاد کر دینا چاہتا ہے۔ اس طرح مغرب کی ترجیحات اول' ان علماء کی نگاہ میں

(شریعت اسلامی کی تعلیمات کی بناء پر) مردود قرار پائی ہیں۔ تو ایسے افراد کیلئے جارح قوتوں کے پاس برداشت او رعزت کے مرتبے کہاں مل سکتے ہیں۔

تیسری خرابی یہ ہے کہ علمائے کرام اپنے مدارس میں اصلاً ''عربی زبان'' پر مبنی دینی نصابی کتب کی تعلیم دیتے ہیں کہ قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی وغیرہ کے ماخذ عربی ہی سے وابستہ ہیں اور اسکے بعد فارسی اور اردو زبانوں کا وسیع لٹریچر ہے۔ جبکہ مغربی سامراج مسلمانوں کے ملکوں سے اس طرز فکر وعمل کی جڑیں کاٹنے کے لئے گزشتہ دو صدیوں سے مصروف عمل ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ مغربیت کے زیر اثر جاری سرکاری کالجوں میں ہر بچے بچی کے لئے انگریزی مضمون پڑھنا تو فرض عین (لازمی) ہے جبکہ عربی فارسی پڑھنے والے ڈھونڈے سے ہی ملتے ہیں۔ اور حالیہ زمانے میں تو پہلی جماعت سے ''صرف انگریزی میڈیم'' کا فلسفہ ہر وزیر مشیر کا لازمی وظیفہ بن چکا ہے جسے ان کی زبان سے سن کر آئے دن میڈیا میں دیکھا سنا جاسکتا ہے۔ تو مغربی سامراج نے اب تک کی جدوجہد میں ہمیں عربی اور فارسی سے مکمل طور پر کاٹ ڈالا جس کے نتیجے میں بدقسمتی سے بڑے سے بڑا افسر براہ راست قرآن وحدیث کے علم وفضل کے بحر بے کنار سے سو فیصد بے خبر اور لاتعلق ہو چکا ہے۔ اور اب اردو کی تعلیمی دنیا سے بطور میڈیم ''رخصتی'' کا عمل سپر سانک جہاز سے زیادہ تیز رفتاری سے جاری ہے۔ ایسے میں مغربی سامراج کے نئے دور کے عالمی امپیریلزم کے جارحانہ صلیبی سفر کی راہ میں رکاوٹ بننے والے علمائے اسلام کا کیا مقام ومرتبہ ہوسکتا ہے اور ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ یہ اظہر من الشمس حقیقت ہے (اس پس منظر میں برطانوی وزیر خارجہ کا پاکستان کے دینی مدارس میں بنفس نفیس پہنچنا آنے والے وقتوں کے لئے کئی خدشات کو جنم دے گیا)

چوتھی بات یہ کہ علمائے اسلام کے خلاف برطانوی زرخیز سامراجی ذہنوں کی کاوشوں سے برٹش امپیریلزم کے دور میں پیدا کی گئی خانہ ساز نبوت ایک مستقل سرگرم قوت ہے۔ اسے سامراج نے یوں ہی نہیں جنم دیا تھا۔ اس سے کم وبیش سوسوا سو سال سے زبردست خدمات لی جارہی ہیں۔ ان علمائے کرام کے بارے میں، جن سے مولانا سمیع الحق صاحب کا تعلق ونسبت ہے، اس حوالہ سے کس سلوک کی توقع کی جاسکتی ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے بڑے بڑے سیاسی وقومی مدبر اور ''اوپینین میکر'' مذکورہ ''فیکٹر'' کی برپا کردہ قیامتوں سے اپنی سادگی یا دیگر وجوہات کی بناپر کماحقہ باخبر نہیں ہیں۔ صیہونیت کا یہ ''جنوبی ایشیاء ایڈیشن'' علماء کرام کی سرگرمیوں پر مستقل نظر رکھتا اور اپنے آقاؤں کو سفارشات جاری کرتا رہتا ہے اور اس کو سمجھنے کے لئے معمولی سی کامن سینس کی ضرورت ہے مگر اسی صورت میں کہ اس طرف دھیان دیا جائے۔ اسی مثال کو دیکھ لیجئے کہ کہیں زیر بحث مسئلہ کو ''طالبان اور دیگر اسلامی قوتوں کے مابین انتشار و افتراق پھیلانے کے لئے تو نہیں پیدا کیا گیا؟

پانچویں بات یہ ہے کہ مغربی جارح صلیبی قوتیں اکیسویں صدی کے شرمناک سامراجی رول کی ادائیگی کے

لئے طویل، گہری، عملی، علمی، فکری، ٹیکنیکی، تہذیبی تیاریوں کے ساتھ مشرق کی جانب روانہ ہوئی ہیں۔ انہیں عالم اسلام کے ہر ملک میں جمہوریت نافذ کرنی ہے ''امن کی ندیاں'' بہانی ہیں، دہشت گردی (جو فی الواقع ان کی ذات کے سوا شاید ہی کہیں موجود ہوں) کا قلع قمع کرنا اور جڑ کاٹنی ہے، ان مقاصد کے حصول کے لئے وہ زبردست جوش وخروش، نئے جذبوں، نئے ولولوں، نئے نعروں، نئے فلسفوں، نئے ایجنڈوں، نئے ایجنٹوں، نئے لشکروں کے ساتھ صلیب کے نام پر پوری سج دھج سے حملہ آور ہوئے ہیں (اصل مقصد صرف اور صرف اسلام) کی شمع ہدایت کو بزعم خود بجھا دینا ہے جس کو قرآن کی آیت یوں ٹھکرا دیتی ہے کہ: یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں جب کہ اللہ نے اس نور کو مکمل فرمانا ہی فرمانا ہے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناپسند ہو)

اپنے مقاصد کے حصول کے لئے لاکھوں مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کی خوں ریزیاں کرنا، گھر بار اجاڑنا، عزت وحرمت پامال کرنا، تہذیب وتمدن کے آثار مٹانا، آزادیوں کو غلامیوں میں بدلنا ان کا وہ کھلا منشور و طرز عمل ہے جو افغانستان کے کوہساروں سے لے کر عراق کے ریگستانوں، عجائب گھروں، کوفہ وکربلا کی مسجدوں کے میناروں، فلوجہ کے بازاروں گلیوں کوچوں، ابوغریب کے قید خانوں تک یوں پھیلا ہوا ہے کہ عقل کے ہر اندھے تک کو دکھائی دے رہا ہے۔ (بقول کسے: مغربی تہذیب کا نقطہ عروج فلوجہ اور ابوغریب ہیں) ایسے میں علمائے کرام کو باعزت دیکھنے کی گنجائش کہاں تک ممکن ہے۔ مولانا سمیع الحق کا قصہ تو بعد کی بات ہے، وہاں تو مغربی فضاؤں کے پروردہ مگر دامن اسلام سے وابستگی اختیار کرنے والے یوسف اسلام کو واشنگٹن کی فضاؤں میں سانس لینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ مغربی سامراج کے یہ علامتی مظاہر حقائق کی غمازی کررہے ہیں۔ دنیا بھر کے تمام مسلمان ممالک کے علماء کرام سامراج کے ان اشاروں کو سمجھیں اور پورے عالم اسلام کو یقین بنانے کے عزائم کی راہ میں شایان شان ''مزاحمتی وفاتحانہ کردار ادا کریں۔ اقتداروں سے کیا توقع رکھنا، وہ تو اپنے ذاتی مفادات اور خاندانی وقاروں کے محافظ ہیں اور بس۔ امت مسلمہ پر ہونے والی ننگی عالمی جارحیت کا درد محسوس کرنا سب سے زیادہ علمائے اسلام کے ہاں ممکن ہے۔ اور اس کا اندازہ وہ اظہار مغربی افعال سے ہورہا ہے۔ جاہلیت جدیدہ اسلحہ کی بے پناہ قوت کے ساتھ ''تعلیم وتہذیب'' کے میدان سے عالم اسلام پر حملہ آور ہے اور اسی میدان میں اس کا توڑ کرنا ہوگا۔ بالخصوص دینی تعلیم کا دفاع اور ترویج انتہائی ضروری ہے۔

یہ سب کچھ ایسے لمحے میں ہورہا ہے کہ عزت مآب آنجہانی پوپ جان اپنی شاندار کارکردگی برائے عیسائیت کا باب مکمل کر کے رخصت ہوگئے مگر اپنی ''روشن تاریخ'' کے شانہ بشانہ یہ ''ناکامی'' بھی تاریخ کے سپرد کر گئے کہ وہ اپنے مذہب سے وابستہ جارحانہ جنگوئی پر کمربستہ بش وٹونی بلیئر کو مسلمانوں کی خون ریزیوں سے روکنے میں کامیاب نہ ہوسکے، حالانکہ انہوں نے بارہا امن کی آواز بلند کی۔ نئے عالمی عیسائی رہبر کے ایجنڈے پر اپنے ہم مذہبوں کی ظالمانہ خون ریزیوں کو روکنے کا مسئلہ شامل ہوسکے تو امت مسلمہ شکرگزار ہوگی۔